اسلام کا نظام شورائیت اور مغربی جمہوریت

محمد طاہر فہیم

مشاورت اسلامی ریاست کا ایک اہم اور بنیادی عنصر ہے اور مشاورت کے معنی مشورہ کرنا یا رائے معلوم کرنا ہے اور سیاسی حوالے سے مشاورت کے معنی ریاست کے امور میں اہل الرائے طبقہ سے ان کی رائے لینا ہے۔ جبکہ جمہوریت میں بلاتمیز اہل الرائے اور غیر اہل الرائے سے رائے لی جاتی ہے اور وہ قانون One man one vote کے قانون پر عمل کرتا ہے بلکہ اسلام مشورہ کی حمایت ہی نہیں بلکہ حکم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کی صفت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

﴿وامرھم شوریٰ بینھم﴾ (الشوریٰ:۳۸)

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وشاورھم فی الامر﴾ (آل عمران:۱۵۹)

سیرت کی کتب کے مطالعے سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے اصحاب سے مختلف امور میں مختلف مقامات پر مشورہ لیا ہے۔ مثال کے طور پر

۱۔ اذان کے معاملہ میں
۲۔ جنگ بدر کے قیدیوں کے انجام کے بارے میں
۳۔ جنگ خندق کے موقع پر کفار سے مدینہ میں رہ کر لڑنے کے بارے میں مشورہ لیا گیا۔

اور خلفاء راشدین بھی ریاستی امور میں چند نامور اصحاب سے مشورہ لیتے تھے نہ کہ ساری امت کی عورتوں اور مردوں سے رائے لیتے تھے بلکہ چند اہل الرائے سے مشورہ لے کر فیصلہ کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی شورائیت کی تائید کرتا ہے:

﴿من دعا الی امارة نفسه او غیره من غیر مشورة من المسلمین فلا یحل لکم ان لا تقتلوه﴾ (کنز العمال:۵)

اسی طرح ایک اور قول مشاورت کے بارے میں منقول ہے: ﴿لا خلافة الا عن مشورة﴾

اسلام کا نظام شورائیت اس حد تک تو مغرب کی جمہوریت سے مماثلت رکھتا ہے کہ دونوں میں رائے کا احترام کیا جاتا ہے۔ مگر باقی ہر لحاظ سے یہ جموریت کے موجودہ تصور سے مختلف ہے۔

اسلام کا نظام شورائیت بنیادی طور پر جمہوریت سے دو طرح سے مختلف ہے۔

پہلا اختلاف یہ ہے کہ اقتدار اعلیٰ جمہور یا عوام کو حاصل ہوتا ہے اور جمہوریت میں وہ صحیح ہے جسے عوام کی عددی اکثریت چاہے غلط وہ ہے جسے عوام کی عددی اکثریت نہ چاہے۔ گویا جمہوری اقتدار کا نظام عوام کی اکثریت کی مرضی پر مبنی ہے اور انصاف سچائی شرافت اور حیا وغیرہ کا کوئی بنیادی پیمانہ نہیں ہے۔

مثلاً امریکہ برطانیہ و یورپ وغیرہ میں مذہبی اقدار کو بالائے طاق رکھ کر عریانی اور فحاشی شراب اور ہم جنس پرستی و بدکاری وغیرہ کو قانونی جواز حاصل ہے کیونکہ اس کو امریکہ وغیرہ کی عوام کی اکثریت کی تائید حاصل ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں اسلام کا سیاسی نظام شورائیت مستقل دینی اقدار پر مبنی ہوتا ہے جو کہ عوام کی اکثریت کی تائید کا محتاج نہیں ہوتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ اسلام میں اقتدار اعلیٰ انسانوں کو نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ غرضیکہ معاشرہ جس قسم کا بھی ہو وہ ان دینی مستقل اور آفاقی اقدار سے بندھا ہوا ہے۔

پس اسلام کے سیاسی نظام میں انصاف اور سچائی شرافت اور حیا دینی اقدار ہیں اور یہ مستقل ہیں۔ عوام کی 100% اکثریت بھی ان اقدار کو بدل نہیں سکتی۔ عوام کی اکثریت کوئی ایسا قانون نہیں بنا سکتی جس میں ناانصافی، بے حیائی اور غنڈہ گردی و جھوٹ جائز قرار دیا ہو اور انہیں تحفظ دیا جائے۔

مختصراً جمہوریت کوئی مستقل آئین نہیں عوام نے اپنی مرضی سے بنانا اور بدلنا ہوتا ہے جبکہ اسلام کا نظام شورائیت مستقل آئین منجانب اللہ ہوتا ہے۔ عوام کی مرضی اسے بدل نہیں سکتی اور عوام یا پارلیمنٹ اس آئین کی روشنی میں قانون سازی کر سکتی ہے۔

دوسرا اختلاف جمہوریت اور شورائیت میں یہ ہے کہ اسلام کے نظام شورائیت میں صرف صاحب الرائے اور متقی لوگوں سے رائے لی جاتی ہے جبکہ مغرب کی جمہوریت میں One man one vote کے اصول کے تحت ایک جاہل اور کم عقل پروفیسر اور عالم کی رائے کا وزن ایک ہے۔ انصاف کے ان اصولوں کے تحت اگر معاشرے میں جاہلوں اور غنڈوں کی اکثریت ہے تو ان کی مرضی شرفاء اور علماء پر حاوی ہے۔

بقول علامہ محمد اقبال

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

جبکہ اسلام میں اہل علم اور بے علم میں بنیادی فرق کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون﴾ (زمر:۹)

اسی طرح ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون﴾ (نحل:۴۳)

اس طرح حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر ہمیں کوئی ایسا امر درپیش ہو جس کے متعلق نہ قرآن میں کوئی حکم ہو اور نہ آپ کا کوئی ارشاد ہے تو ہم کیا کریں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا:

﴿اجمعوا العابدین من امتی واجعلوه بینکم شوری ولا تقفوا برای واحد﴾ (تفسیر روح المعانی ۲۵/۴۲)

کہ میری امت کے عابد لوگوں کو جمع کرو اور ان سے مشورہ لو اور کسی ایک کی رائے پر فیصلہ نہ کرو۔